علیؓ

صرف تاریخ کی روشنی میں

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے قلم سے

مترجم

(مولانا عبدالحمید صاحب نعمانی)

(۲)

پھر لوگوں نے دیکھا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے رضا اور رغبت کے ساتھ بیعت نہیں کی ہے، ان تمام باتوں کو دیکھ کر اور جان کر اوران کا اندازہ لگا کر کیوں نہ لوگ سراسیمہ اور خوف زدہ ہوں؟

تاہم نئے خلیفہ ایسی قابلیت کے مالک تھے کہ لوگوں کا دل اطمینان اور امیدوں سے بھر دیں وہ نبی کے چچازاد بھائی تھے، خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے اسلام لانے والے، مردوں میں سب سے پہلے رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھنے والے، اسلام کی دعوت اور اعلان کے پہلے نبیؐ کی تربیت میں رہنے والے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احساس فرمایا کہ ابو طالب، زندگی کے دن تنگی میں گذار رہے ہیں آپ نے کوشش کی کہ بیٹوں کا بوجھ اٹھانے میں دوسرے چچا ابو طالب کی امداد کریں چنانچہ صرف عقیل ابو طالب کے پاس رہ گئے اور وہ یہ چاہتے بھی تھے، باقی دوسرے لڑکے اور بھائیوں کی پرورش میں چلے گئے، آں حضرتؐ نے علیؓ کو اپنی کفالت میں لے لیا اور اُن کی تربیت اور پرداخت فرمانے لگے، جب اللہ نے آپ کو نبوت کے لئے پسند فرمایا تو علیؓ آپ کی تربیت میں تھے اور ابھی دس سال سے کچھ ہی بڑے تھے پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علیؓ اسلام کے ساتھ ساتھ پلے اور بڑے ہوئے، نبیؐ کو آپ سے بے حد محبت تھی وہ آپ کو غیر معمولی درجے میں مقدم رکھتے تھے، ہجرت کے موقع پر

آپ کو لوگوں کی امانتیں سپرد کیں اور آپ نے ان کے مالکوں تک پہنچا دیا، پھر قریش نے جس رات اللہ کے رسولؐ کو قتل کر دینے کی سازش کی تھی آپ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا اور آپ سوئے، اس کے بعد آپ نے ہجرت کی اور مدینہ میں نبیؐ سے جا ملے اس کے بعد مواخات کی تقریب میں رسولِ خدا نے اپنے ساتھ حضرت علیؓ کا بھائی چارہ قائم کیا، پھر اپنی لڑکی فاطمہؓ سے بیاہ دیا، بعد میں تمام غزوات میں علیؓ نبیؐ کے ساتھ رہے سخت معرکوں میں علم آپ ہی کے ہاتھوں میں رہا خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کو بھی اس سے محبت ہے دوسرے دن جب صبح ہوئی تو جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیا، مدینہ پر اپنا جانشین بنا کر جب آنحضرتؐ غزوہ تبوک جانے لگے تو فرمایا تم میرے لئے موسیٰ کے ہارون ہو لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، حجۃ الوداع جاتے ہوئے مسلمانوں کو خطاب کر کے آپ نے فرمایا۔ جس کا میں سردار ہوں علیؓ بھی اس کے سردار ہیں، اے خدا جو علیؓ کو دوست رکھے اس کو تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے تو بھی اس سے دشمنی کر۔

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کے علم اور تفقہ سے خوب واقف تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں سب سے زیادہ فیصلہ کرنے کی طاقت علیؓ میں ہے حضرت عمرؓ کو جب کسی معاملے کے فیصلے میں پیچیدگی کا سامنا ہوتا تو وہ اس کو حضرت علیؓ کے سامنے پیش کرتے۔ حضرت عمرؓ نے جب شوریٰ کی ہدایت کی تھی اس وقت یہ بھی فرمایا تھا کہ اس چٹیل سر والے کو مسلمان اگر اپنا والی بنا لیں تو وہ ان کو بے راہ نہیں ہونے دے گا، حضرت علیؓ کے محامد اور محاسن بہت زیادہ ہیں نبیؐ کے صحابہ اپنے اختلاف کے باوجود ان محاسن کا اعتراف کرتے ہیں تابعی بزرگ ان اوصاف کے قائل ہیں اہل سنت کا ان فضائل پر یقین ہے جس طرح شیعوں کا یقین ہے۔

آگے چل کر جب ہم حضرت علیؓ کی سیرت اور مشکلات اور مصائب میں ان کے طرزِ عمل کی تفصیل پیش کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ حضرت علیؓ مذکورہ بالا فضائل اور محاسن بلکہ اس سے

بھی زیادہ کے اہل تھے اور بلاشبہ آپ میں سب سے زیادہ یہ صلاحیت تھی کہ مسلمانوں میں فاروقِ اعظمؓ جیسی روش اختیار کریں اور ان کو اسی راہ پر لے جائیں اور اگر حالات سازگار ہوتے تو حضرت علیؓ مسلمانوں کو بھلائی، کامیابی اور سعادت کی اس منزل پر پہنچا دیتے جہاں ان کو حضرت عمرؓ پہنچا چکے تھے۔

حضرت عمرؓ خدا کی ان پر رحمت ہو بڑی سچی فراست کے مالک تھے انھوں نے بالکل ٹھیک اندازہ کیا تھا جس میں کوئی غلطی نہ تھی کہ اگر علیؓ کو خلافت دے دی جاتی تو وہ لوگوں کو سیدھی راہ سے بھٹکنے نہ دیتے، حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ علیؓ ان سے بہت زیادہ مشابہ ہیں وہ بھی حق کے بارے میں سختی سے پیش آتے ہیں، حق کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں، حق کا انکار کرنے والوں یا حق کے معاملے میں تنگی برتنے والوں کے لئے بڑے سخت ہیں لیکن قوم نے ابن خطاب کی وفات کے بعد جب دنیا قدموں پر گر رہی تھی، جب سرگرمیوں میں قوت تھی، جب اقدام نتیجہ خیز تھا، جب معقولیت اور ذہانت کارفرما تھی اور معاملات مسلمانوں کی منشاء کے مطابق چل رہے تھے، حضرت علیؓ کو خلیفہ نہیں بنایا، اور بنایا تو حضرت عثمانؓ کو بنایا، پھر نتیجہ دونوں کے حق میں جو کچھ ہونا تھا ہوا اس کے بعد جب دنیا بگڑ گئی، معاملات میں انتشار ہو گیا اور اقتدار کی رسی ڈھیلی ہو گئی، بعضوں نے بعض کے ساتھ بدگمانی کی حد کر دی، کچھ لوگوں نے کچھ لوگوں کے خلاف کارروائیوں کی انتہا کر دی تب جا کر کہیں ایک اچھی خاصی تعداد نے حضرت علیؓ سے التجا کی اور آپ کی بیعت کی کچھ لوگ ضرور آپ سے دور رہے لیکن ان کا مقصد آپ کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنا نہ تھا ہاں ایک جماعت نے آپ کی بیعت سے انکار کیا وہ نہ آپ کو پسند کرتی تھی اور نہ اسے آپ کی اطاعت منظور تھی، اب نئے خلیفہ اور اس کے ساتھیوں نے جو نظر اٹھائی تو انھیں معلوم ہوا کہ وہ غیر معمولی حالات اور معاملات سے دوچار ہیں وہ ایک ایسے مشتبہ فتنے کے گھیرے میں ہیں جس کی تاریکی بینائی کا خاتمہ کر چکی ہے آدمی اس میں اپنا ہاتھ نکالے تو اس کو اپنا ہاتھ نظر نہ آئے۔

بڑی بڑی مشکلات کے اِن پہاڑوں اور فتنہ و فساد کی ان بے رحم تاریکیوں کے درمیان بھی ایک بالکل مطمئن آدمی کی طرح، حضرت علیؓ اپنے دل میں ایمان کی صداقت، دین کی سچی محبّت، حق کی بقار کا جذبہ اور سیدھی راہ پر ثابت قدمی کی تڑپ، بتمام وکمال پاتے تھے، اسلام کے معاملے میں انھوں نے نہ سرِ مو انحراف کیا اور نہ ذرا بھی رو رعایت کی، جدھر حق دیکھا اُدھر چل پڑے پھر کسی طرف نہیں جھکے نہ کسی کا انتظار کیا انجام کی بھی پروا نہ کی، اس کو اہمیت نہ دی کہ کامیاب ہوں گے یا ناکام، زندگی ملے گی یا موت، ہاں اہمیت تھی تو اس کی کہ راستے بھر اللہ راضی رہے اور دل مطمئن۔

خلافت اور بنی ہاشم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؓ اور ان کے چچا عباسؓ دونوں کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ منصبِ خلافت صرف بنی ہاشم کا حق ہے یہ نہ کسی اور خاندان میں منتقل ہونا چاہیئے اور نہ کسی غیر ہاشمی کو خلیفہ بنانا چاہیئے اور اگر عباسؓ اسلام لانے میں پیچھے نہ گئے ہوتے تو بھتیجے کی جانشینی کے لئے یقیناً خود اپنی ذات کو پیش کر دیتے اور مسلمانوں پر حکومت کی وراثت حاصل کر لیتے لیکن انھوں نے معاملے پر غور کیا اور سمجھا کہ علیؓ اس اقتدار کے وارث بننے کے ان سے زیادہ حق دار ہیں، اس لئے کہ اسلام لانے میں انھوں نے پہل کی ہے وہ آں حضرتؐ کے پرورش کردہ ہیں، غزوات کی مصیبتوں میں پوری طرح ثابت قدم رہے اور اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بھائی کہا کرتے تھے جس پر ایک دن اُمّ ایمن نے آں حضرتؐ سے مذاق کرتے ہوئے کہا تھا — "بھائی بھی کہتے ہیں اور انھیں سے اپنی لڑکی بھی بیاہ دی ہے —" مزید برآں آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کے لئے فرمایا ہے کہ وہ میرے لئے موسیٰ کے ہارون ہیں اور یہ کہ جس کا میں سردار ہوں علیؓ بھی اس کے سردار ہیں۔

انھیں تمام باتوں کے پیشِ نظر عباسؓ وفاتِ نبوی کے بعد حضرت علیؓ کے پاس آئے

اور کہنے لگے ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کروں گا، لیکن حضرت علیؓ نے فتنے کا خطرہ محسوس کرکے اس سے انکار کر دیا، اس واقعے کا تذکرہ بہت دنوں بعد عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کیا۔ قریش کے ایک اور آدمی نے چاہا تھا کہ حضرت علیؓ کی بیعت کرلے۔ اس کی یہ خواہش اس لئے نہیں تھی کہ اس کو حضرت علیؓ سے محبت تھی، اور وہ آپ سے خوش تھا یا وہ نبیؐ سے آپ کے خاص تعلق کا اعتراف کرنا چاہتا تھا بلکہ اس کا یہ ارادہ عبدمناف کی خاندانی عصبیت کی بنیاد پر تھا، یہ آدمی ابوسفیان ہے اسلام سے مقابلے اور نبیؐ سے جنگ کے دوران میں یہی آدمی قریش کا سردار تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر مکہ پر چھا گیا ہے تو مجبوراً اسلام قبول کرلیا، عباسؓ اس کو نبیؐ کی خدمت میں لائے جہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دینے میں اس کو کچھ تردد نہیں ہوا اس لئے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہ ہونے کا اعتراف کرلینے میں اس کے نزدیک کوئی مضائقے کی بات نہ تھی لیکن جب اس سے یہ شہادت طلب کی گئی کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں تو اس نے کہا اس کے بارے میں میرا دل صاف نہیں ہے اور اگر عباسؓ اس کو آمادہ نہ کرتے اور قتل کی دھمکی نہ دیتے تو وہ ہرگز رسالت کا اقرار نہ کرتا۔ بہرحال وہ مسلمان ہوا اور نبیؐ نے قریش میں اس کی پوزیشن کی رعایت رکھ کر، جب اسلامی فوج مکہ میں فاتحانہ داخل ہورہی تھی، اس کے گھر کو بھی امن کی جگہ قرار دی، پس ابوسفیانؓ ان امان یافتہ لوگوں میں سے ایک ہیں جس کو اللہ کے رسول نے مکہ کے فاتحانہ داخلے کے موقع پر معاف کر دیا تھا۔ ان واقعات کے پیش نظر اس کو اپنے خلیفۃ المسلمین ہونے کا تو خیال بھی نہیں آسکتا تھا البتہ اس نے دیکھا کہ نبیؐ اس کے باپ عبدمناف کی اولاد میں سے ہیں اور یہ کہ علیؓ اس اقتدار کی وراثت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں لیکن خلافت قبیلہ تیم کے ایک آدمی ابوبکرؓ کو دی جارہی ہے اور اندازہ ہے کہ اس کے بعد یہ منصب قبیلہ عدی کے ایک شخص عمرؓ تک پہنچے گا، تو اس نے باپ کی قریبی اولاد کو چچا کے بیٹوں پر ترجیح دی اور حضرت علیؓ سے کہا ــــ ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کروں گا۔ لیکن حضرت علیؓ نے اپنے چچا عباسؓ کی طرح اس کی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا، اگر آپ

ان دونوں بوڑھوں کی بات مان لیتے تو مسلمانوں میں خواہ مخواہ کا فتنہ پیدا کر دیتے، پھر اس فتنے کا مقابلہ کرنے اور اس پر غلبہ پانے کی بات تو درکنار اس کی برداشت ہی بس سے باہر ہوتی

اس لئے کہ آپ جانتے ہیں کہ نبیؐ کی وفات کے بعد بیعت کے معاملے میں انصار میں اختلاف تھا اب اگر قریش میں بھی پھوٹ پڑ جاتی تو انجام کیا ہوتا اسی طرح آپ جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے ابتدائی دور میں کچھ عرب دین سے پھرنے لگے تھے اب اگر قریش اور انصار ایک دوسرے کے مقابل ہو جاتے تو صورتِ حال کا نقشہ کیا ہوتا؟

پس حضرت علیؓ، عباسؓ اور ابوسفیان سے اپنی بیعت کا انکار کرنے میں بالکل حق بجانب تھے، ان کا طرزِ عمل سراپا خیر تھا وہ اللہ اور اسلام کے پوری طرح مخلص تھے، اپنی ذات کو خلافت کے لئے پیش نہیں کیا اور نہ اس سلسلے میں ابوبکرؓ سے جھگڑا کیا بلکہ لوگوں کی طرح ان کی بیعت کر لی طبیعت کو تقاضے کے خلاف دبایا اور مسلمانوں کی خاطر اپنی طبیعت کو اس بات پر راضی کر لیا کہ اپنے حق سے چشم پوشی کر لیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کا اندازہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد خلافت انھیں کو ملے گی، اور مسلمان اس بوڑھے کو خلیفہ بنا دینے میں معذور تھے جس کو اپنی بیماری کے دنوں میں آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ وہ نماز میں لوگوں کی امامت کرے تاہم حضرت علیؓ نے بیعت کرنے میں تیزی نہیں دکھائی بلکہ کچھ دیر لگائی شاید وہ حضرت ابوبکرؓ سے خفا تھے جس طرح فاطمہؓ خدا کی ان پر رحمت ہو حضرت ابوبکرؓ سے خفا تھیں اس لئے کہ جب انھوں نے اپنے باپ کی میراث کو اُن سے مانگا تو ابوبکرؓ نے انکار کرتے ہوئے حضرتؐ کی حدیث سنائی ـــ "ہم انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے ہمارا ترکہ سب کا سب صدقہ ہے"۔ لیکن بہر حال حضرت علیؓ آئے اور بیعت کرتے ہوئے اپنی تاخیر کا یہ عذر پیش کیا کہ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ قرآن جمع کر لینے کے بعد ہی گھر سے نکلوں گا، حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا یہ عذر قبول کر لیا۔

حضرت ابوبکرؓ بوڑھے ہو چکے تھے ان کی عمر ساٹھ سے اوپر ہو چکی تھی اور حضرت علیؓ

ابھی جوان تھے تیس سال سے کچھ زیادہ کی عمر تھی، سوچتے تھے کہ اُن کے اور مسلمانوں کے سامنے مستقبل کا میدان بہت وسیع ہے، بہت جلد اُن کو اُن کا حق مل جائے گا جب اللہ اس بوڑھے کو اپنے جوارِ رحمت میں بلائے گا جس کو نبیؐ نے دین کے ایک کام کے لئے آگے کیا تھا پھر مسلمانوں نے دنیا کے کاموں کے لئے بھی اُسی کو آگے کر دیا۔

لیکن صدیق اکبرؓ نے خلافت کے لئے حضرت عمرؓ کو نامزد کیا اور مسلمانوں نے بالاتفاق اس نامزدگی کو منظور کیا، ایک نے بھی مخالفت نہیں کی یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے محسوس کر لیا کہ ان کے اور قریشی مہاجرین کے درمیان ایک کھلا ہوا اختلاف ہے، وہ خلافت کو اپنا حق خیال کرتے ہیں اور مہاجر اس کے لئے ان کا حق تسلیم نہیں کرتے، مہاجر ان کو اپنے ہی جیسا ایک آدمی خیال کرتے ہیں جو پابندی اوروں کے لئے ضروری ہے وہ ان کے لئے بھی ہے اب رہے انصار تو اُنہوں نے خلافت سے مایوس ہو کر اپنے آپ کو قریشی مہاجروں کے لئے رضامند بنا لیا تھا ان میں سے جس کو پیش کیا جاتا اس کی بیعت کر لیتے، حضرت علیؓ نے فتنے کو بُرا سمجھا، امن و عافیت کو مقدم جانا اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی کہ حضرت ابو بکرؓ کی طرح حضرت عمرؓ کی بھی بیعت کر لی، اور جس بات کو اپنا حق خیال کرتے تھے اس کا اظہار تک نہیں کیا اور صبر سے کام لیتے رہے آپ نے خلیفۂ اول کی طرح حضرت عمرؓ کی بھی خیر خواہی کی پھر جب فاروق اعظمؓ کو خنجر مار دیا گیا اور خلافت کا منصب چھ ارکان کی مجلسِ شوریٰ کے حوالے کیا گیا، حضرت علیؓ کو یقین تھا کہ قریش ان کی ہم نوائی نہیں کریں گے اور نہ ان کا حق تسلیم کریں گے تو نہ اپنے لئے تحریک کی نہ لوگوں پر ان کی مرضی کے خلاف جبر کرنا چاہا اور اگر کرنا بھی چاہتے تو اس کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے کہ آپ کی حمایت میں کوئی جماعت نہ تھی، اور نہ آپ کسی زبردست پناہ میں جا سکتے تھے، ہاں کچھ تھوڑے سے اچھے مسلمان آپ کے ہم خیال تھے جو دبی زبان سے آپ کے لئے تحریک کرتے تھے لیکن وہ کمزور تھے ان کے پاس جو کچھ قوت تھی وہ اسلام کی تھی، نہ وہ کوئی مادی طاقت رکھتے تھے اور نہ خاندانی عصبیت کا زور، جیسے عمار بن یاسر اور مقداد بن اسود وغیرہ، شیخینؓ کی طرح حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ

کی بھی بیعت کرلی جانتے تھے کہ آپ کو دبایا جارہا ہے لیکن پھر بھی آپ نے بیعت میں پس و پیش نہیں کیا اور نہ پہلے دونوں خلفاء کی طرح حضرت عثمانؓ کے ساتھ خیر خواہی میں کوئی کمی کوتاہی کی، تا آنکہ مصائب کا دور آگیا جس کی تصویر ہم نے اس کتاب کے پہلے حصے عثمانؓ میں کھینچی ہے۔

یہ فطری بات تھی کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد حضرت علیؓ اپنے متعلق غور فرماتے اور جو زیادتی آپ کے ساتھ کی گئی ہے اس پر کچھ سوچتے لیکن پھر بھی آپ نے خلافت کی طلب نہیں کی اور جب تک آپ کو مجبور نہیں کردیا گیا آپ نے بیعت کے لئے اپنے کو پیش نہیں کیا، حضرت عثمانؓ کے بعض باغیوں نے تو یہ دھمکی دی کہ اگر آپ آمادہ نہ ہوں گے تو آپ کو بھی انھیں کی جگہ پہنچا دیا جائے گا، علاوہ ازیں مدینہ کے مہاجر اور انصار آپ کی خدمت میں آئے اور آپ سے درخواست کی کہ مسلمانوں کے والی بن کر ان کو اس فتنے کی تاریکی سے نکالیں، پھر جب آپ نے ان کی درخواست منظور کرلی تو کسی صحابی کو مجبور نہیں کیا جس نے چاہا اس کی بیعت لی اور جس نے انکار کیا اسے چھوڑ دیا، سعد بن ابی وقاصؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، اسامہ ابن زیدؓ کو اور انصار کی ایک جماعت کو جس کے سردار محمد ابن مسلمہ تھے چھوڑ دیا، بقول اکثر مورخین کے حضرت علیؓ نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو نہیں چھوڑا اس لئے باغیوں سے ان کے تعلق کی بنا پر فتنے کا خطرہ تھا لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ان دونوں کو بھی بیعت پر مجبور نہیں کیا گیا بلکہ یہ اپنی خوشی سے حضرت علیؓ کے پاس آئے اور بیعت کی بعد میں جب انھوں نے خلیفہ کا سلوک اپنی توقع کے خلاف دیکھا تو اپنا نقطۂ نظر بدل دیا غالباً یہ دونوں سمجھے ہوئے تھے کہ حضرت علیؓ کو ان کی سخت ضرورت ہے ان میں سے ایک کوفہ میں اور دوسرا بصرہ میں غیر معمولی اثر رکھتا ہے اور انھیں دونوں شہروں نے بغاوت میں غیر معمولی مشترک طور پر حصہ لیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے طلحہؓ اور زبیر کے اشتعال دلانے سے یا کم از کم ان کی مرضی سے بغاوت میں سرگرمی دکھائی تھی۔

پس یہ دونوں اس توقع میں تھے کہ حضرت علیؓ بہت جلد محسوس کرلیں گے کہ کوفہ اور بصرہ میں ان کو اپنی اپنی جماعتوں میں غیر معمولی اثر و اقتدار حاصل ہے اور بلا تامل ان کو اپنی حکومت

میں شریک کریں گے اس طرح یہ خلافت ثلاثی یعنی سہ طاقتی ہوگی اور شوریٰ کے یہ تین ممبر حکومت باہم تقسیم کریں گے، حجاز، مصر اور شمالی افریقا کے مفتوحہ اور غیر مفتوحہ علاقے حضرت علیؓ کی حکومت میں ہوں، بصرہ اور اس کے مضافات کا علاقہ زبیرؓ کے تابع رہے اور کوفہ اور اس کے آگے کے علاقہ پر طلحہؓ حکمراں ہوں طلحہؓ اور زبیرؓ خیال کرتے تھے کہ اگر اُن کی یہ سہ طاقتی خلافت مستحکم ہوگئی تو شام کا مسئلہ نہایت آسان ہوگا، لیکن حضرت علیؓ نے ان کو ان دونوں شہروں کی گورنری دینے سے انکار کردیا اور چاہا کہ ان کے ساتھ حضرت عمرؓ جیسا سلوک کریں اور ان کو اپنے ساتھ مدینے میں روک رکھیں جس طرح حضرت عمرؓ نے اس سے پہلے ممتاز مہاجر صحابہ کو مدینے میں روک رکھا تھا لیکن حضرت علیؓ نے ان دونوں کے ساتھ وہ سختی نہیں برتی جو حضرت عمرؓ جہاد کی اجازت مانگنے والے صحابہ کے ساتھ کرتے تھے بلکہ ایک مہربان دوست کی طرح ان سے کہا — میں چاہتا ہوں کہ آپ دونوں حضرات کو اپنے ساتھ رکھوں کہ آپ کی جدائی سے مجھے وحشت ہوگی —

اب ان دونوں کو معلوم ہوا کہ ان کا خیال اور اندازہ غلط تھا اور یہ کہ حضرت علیؓ وہ دروازہ کھولنے والے ہیں جو حضرت عمرؓ پر خنجر سے وار کے بعد بند ہو چکا تھا اور ان کا انجام مدینے میں اُن ممتاز مہاجر صحابہ کا انجام ہوگا جو حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے، چنانچہ ان کو مدینہ میں قیام کرنا ہوگا ہر سال وہ اپنا مقررہ وظیفہ حاصل کرسکیں گے اور حضرت عثمانؓ کی نرمی رواداری اور چشم پوشی سے جو کچھ مل جایا کرتا تھا وہ حضرت علیؓ سے کسی صورت میں نہیں ملے گا، پس انھوں نے نہ کوفہ مانگا نہ بصرہ بلکہ رنجیدہ ہوکر چپ چاپ بیٹھ رہے، اور سنجیدگی اور غور کے ساتھ اپنا معاملہ ٹھیک کرنے میں مصروف ہوگئے۔

علیؓ اور صوبوں کے گورنر

حضرت علیؓ کا نرم اور مدبرانہ جواب سُن لینے کے بعد بھی شاید طلحہؓ اور زبیرؓ کے دل

سے بصرہ اور کوفہ کا خیال نہیں نکلا، بلاذری کا بیان ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا کہ۔ انتظامات میں مضبوطی کے پیشِ نظر آپ شام پر معاویہؓ کو برقرار رکھئے اور عراق کے دونوں شہروں پر طلحہؓ اور زبیرؓ کو مقرر کر دیجئے لیکن عبداللہ ابن عباسؓ نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا بصرہ اور کوفہ دولت اور خراج کے چشمے ہیں اگر ان پر ان دونوں کو حکمراں بنا دیا گیا تو یہ مدینہ میں مقیم خلیفہ کو تنگ کریں گے، اور شام پر معاویہؓ کا باقی رہنا حضرت علیؓ کے لئے مفید ہونے سے زیادہ نقصان پہنچانے والا ہوگا، حضرت علیؓ نے ابن عباسؓ کی رائے مان لی اور مغیرہ بن شعبہ کا مشورہ قبول نہیں کیا۔

دوسرے مورخوں نے اس کو ایک دوسری طرح بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نے حضرت علیؓ کی رائے معلوم کرنے کی غرض سے ان کو مشورہ دیا کہ ایک سال تک عثمانی گورنروں کو جن میں معاویہؓ بھی تھے ان کے عہدوں پر باقی رکھئے تاکہ لوگ آپ کے حق میں پکے ہو جائیں اور صوبوں سے وفاداری کی اطلاع بھی آپ تک آجائے، ایک سال گذرنے کے بعد جیسی تبدیلی مناسب سمجھنا کر لینا، حضرت علیؓ نے یہ مشورہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اس لئے کہ چالبازی آپ کو طبعاً ناپسند تھی اس کے بعد مغیرہ دوسرے دن آئے اور حضرت علیؓ سے کہنے لگے میں نے اپنی پہلی رائے بدل دی اور اب مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے، مغیرہ واپس ہو رہے تھے کہ ابن عباسؓ نے ان کو دیکھ لیا اور حضرت علیؓ کے پاس آکر ان سے دریافت کیا کہ مغیرہ کیا کہہ رہے تھے، حضرت علیؓ نے ان کی دونوں باتیں بتا دیں ابن عباسؓ نے کہا کل اس نے جو کچھ کہا اس میں آپ کی خیر خواہی اور اخلاص تھا اور آج اس نے جو بات کہی وہ فریب اور دھوکا ہے اس کے بعد ابن عباسؓ نے اصرار کے ساتھ حضرت علیؓ پر زور ڈالا کہ معاویہؓ کو ان کی جگہ کم از کم ضرور برقرار رکھنا لیکن اپنے دامن پر مکر و فریب کے داغ سے ڈر کر حضرت علیؓ نے یہ منظور نہیں کیا اور شام کی حکومت ابن عباسؓ کو دینا چاہی لیکن انھوں نے قبول کرنے سے معذرت کی۔

مورخین میں چاہے جیسا اختلاف ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ حضرت عثمانؓ کے گورنروں کو حضرت علیؓ برقرار نہیں رکھ سکتے تھے ایک تو یہ بات ان کی راستبازی کے خلاف تھی کہ انھوں نے بار بار حضرت عثمانؓ کو انھیں گورنروں کے تقرر پر ٹوکا تھا لوگوں کے ساتھ ان کے طرزِ عمل سے اپنی ناگواری کا اظہار کیا تھا، پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ کل تک تو ان کے معزول کرنے کا مطالبہ کرتے رہے اور آج ان کے برقرار رکھنے پر رضامند ہو جاتے دوسرے سیاست کا تقاضا بھی اس کے خلاف تھا اس لئے کہ فتنہ کی آگ لگانے والے یہ باغی صرف خلیفہ کی تبدیلی نہیں چاہتے تھے وہ تو سیاست کا کل نقشہ بدل دینا چاہتے تھے جس میں گورنروں کا تبادلہ پہلا قدم تھا ہاں ابو موسیٰ اشعری کو یہ لوگ شاید معاف کر دیتے جن کو کوفہ والوں نے خود پسند کیا تھا اور حضرت عثمان نے بھی لوگوں کی اصلاح اور فتنے کی روک تھام کے خیال سے اس کو منظور کر لیا تھا۔

بہر حال مدینہ والوں کی بیعت سے فرصت پاکر پہلا کام جس کی طرف حضرت علی نے توجہ کی وہ صوبوں کے لئے گورنروں کا تقرر تھا چنانچہ آپ نے نہایت مناسب انتخاب کیا بصرہ کے لئے عثمان بن حنیف ایک مشہور اور ممتاز انصاری کا تقرر کیا اور شام کے لئے انھیں کے بھائی سہل ابن حنیف کو روانہ کیا اور قیس ابن سعد ابن عبادہ کو مصر کی طرف روانہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی انصار کو خوش کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ بصرہ، کوفہ اور شام جیسے اہم مقامات کے لئے آپ نے انھیں میں سے تین افراد کو پسند کیا۔

اب رہ گیا کوفہ تو بعض مورخوں نے روایت کی ہے کہ اس کے لئے آپ نے عمارہ بن شہاب کو بھیجا تھا لیکن ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ ایک کوفی نے ان کو واپس ہو جانے کے لئے کہا اور دھمکی دی کہ اگر واپس نہ ہوں گے تو قتل کر دے گا، اس نے یہ بھی کہا کہ کوفہ کے لوگ اپنے امیر ابو موسیٰ کے سوا کسی کو پسند نہیں کریں گے چنانچہ عمارہ واپس آگئے اور ابو موسیٰ نے اپنی اور کوفہ والوں کی بیعت حضرت علی کی خدمت میں بھیج دی۔

حضرت علیؓ نے یمن کا حاکم اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ کو مقرر کیا جب یہ یمن پہنچے تو حضرت عثمانؓ کے گورنر یعلی ابن امیہ مکہ روانہ ہو گئے اور اپنے ساتھ سارا مال بھی لیتے گئے۔

مکہ کی حکومت پر حضرت علیؓ نے شروع میں بنی مخزوم کے ایک آدمی خالد بن عاص ابن ہشام ابن مغیرہ کو مقرر کیا لیکن مکہ والوں نے حضرت علیؓ کے لئے اس کی بیعت سے انکار کر دیا کہا جاتا ہے کہ ایک نوجوان مکی نے حضرت علیؓ کا مکتوب چبا کر پھینک دیا جو زمزم کے حوض میں جا گرا اور مکہ سے متعلق ایک اور بات ہے جس کا ہم آگے چل کر تذکرہ کریں گے۔

حضرت علیؓ کے گورنر اپنے اپنے صوبوں کی طرف روانہ ہو گئے قیس ابن سعد تو آسانی سے مصر پہنچ گئے اور عام مصریوں سے حضرت علیؓ کے لئے بیعت لے لی، البتہ ایک جماعت مقام خربتا میں جمع ہو کر حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنے لگی، لیکن اس جماعت نے نہ کسی پر ہاتھ اُٹھایا، نہ کوئی حکم توڑا البتہ قصاص کا انتظار کرتی رہی۔

عثمان بن حُنیف جب بصرہ پہنچے تو لوگوں نے ان کے ساتھ کوئی بے ہودگی اور جالبازی نہیں کی حضرت عثمانؓ کے حاکم عبداللہ ابن عامر جو کچھ لے سکے سب لاد کر مکہ چلے آئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔

کوفہ میں اپنا حاکم بھیجنے کی روایت ہر چند کہ میں نے پہلے پیش کر دی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ حضرت علیؓ نے وہاں کسی کو حاکم بنا کر نہیں بھیجا بلکہ ابو موسیٰ ہی کو باقی رکھا اس لئے کہ وہ کوفہ والوں کی مرضی کے مطابق تھے۔

سہل بن حُنیف شام کی طرف روانہ ہوئے ابھی وہ شامی حدود تک پہنچے ہی تھے کہ معاویہ کے سواروں سے ان کی مڈبھیڑ ہو گئی سواروں کے پوچھنے پر سہل نے کہا وہ حاکم ہو کر آئے ہیں سواروں نے جواب دیا کہ اگر آپ حضرت عثمانؓ کی طرف سے آئے ہیں تو حکومت حاضر ہے لیکن اگر کسی اور نے بھیجا ہے تو جس نے بھیجا ہے اسی کے پاس واپس چلے جائیے، چنانچہ وہ حضرت علیؓ کے پاس چلے آئے جیسے ہی لوگوں کو یہ معلوم ہوا سخت رنجیدہ ہوئے اور یقین کر لیا کہ معاویہ لڑائی پر آمادہ ہیں اب لوگوں نے حضرت علیؓ کا خیال معلوم کرنا چاہا کہ وہ کیا چاہتے ہیں، لڑیں گے یا صلح کریں گے یا

دکان پر جاتا، بنیا اس کو دیکھ کر سب کام چھوڑ دیتا چاہے اس کے سر پر بڑے سے بڑا تاجر ہی کیوں نہ کھڑا ہوتا، وہ سارے گاہکوں کو ہٹا دیتا، برتن لیتا، کوڑیاں گنتا اور نمونے دیکھتا، پھر ہاتھی کو بے حد سستے داموں چیزیں دیتا، اور سب سے بڑھیا قسم۔ ہاتھی خریدتا اور چیز بڑھاتا جاتا (؟) کبھی بنیا کوڑیاں گنتا اور گننے میں غلطی کرتا تو ہاتھی سونڈ سے کوڑیوں کو اُلٹ پلٹ دیتا، تب بنیا دوبارہ گنتا۔ ہاتھی سودا لے کر لوٹ جاتا، کبھی اس کا مالک چیز کو کم سمجھ کر ہاتھی کو مارتا تو وہ پھر بنیئے کی دکان کو واپس جاتا اور اس کا سامان اُلٹ پلٹ اور گڈ مڈ کر دیتا، بنیا یا تو چیز بڑھا دیتا، یا کوڑیاں لوٹا دیتا۔ ایسا سدھا ہاتھی جھاڑو دیتا ہے، بستر کرتا ہے، اوکھلی کو سونڈ میں پکڑ کر دھان کوٹتا ہے اور ایک آدمی اس کے لئے دھان جمع کرتا جاتا ہے، اس کے علاوہ وہ چاول پیستا ہے، پانی پلاتا ہے، سودے کے برتن میں ایک رسی پڑی ہوتی ہے اس میں سونڈ ڈال کر اٹھا لے جاتا ہے اور سب کام کاج کر لیتا ہے، لمبے سفر کے موقع پر اس کا مالک اس پر سوار ہو کر جاتا ہے، بچہ اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کو جنگل لے جاتا ہے، ہاتھی گھانس اور پتے اپنی سونڈ سے توڑتا ہے اور لڑکے کو دیتا جاتا ہے جو ایک کساء (؟) میں ان کو جمع کر لیتا ہے، یہ چارا ہاتھی اٹھا کر گھر لے آتا ہے اور کھاتا ہے۔ ایسا سدھا ہاتھی مہنگا ہوتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی قیمت دس ہزار درہم (پانچ ہزار روپئے) ہوتی ہے۔

۲/۸۹ عبدالواحد حسین قسوی نے مجھ سے بیان کیا:- میں نے تربینی (مسالک: رس) میں ایک خوش رُو اور خوش بدن مسلمان لڑکے کو

دیکھا جو ہند میں پیدا ہوا تھا اور جس کے اطوار ہندوانہ تھے، کہ وہ ہاتھ میں ڈنڈا لئے سارے شہر میں گھوما کرتا اور اس کے آگے آگے ڈھول اور بگل بجانے والے ہوتے. میں نے اس سے پوچھا کیا بات ہے تو اس نے کہا: میں نے ایک ہندو سے شرط بدی ہے کہ خود کشی کروں گا۔" میں اس کے ساتھ خیر اندیشی سے پیش آیا اور نرمی سے سمجھایا کہ اپنے ارادہ سے باز آئے، لیکن وہ نہ مانا اور بولا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں شرط پوری نہ کروں"؛ میں نے کہا تم مسلمان ہو اور تمھارے اس فعل سے مسلمان بدنام ہوں گے"؛ خدا سے ڈرو اور خود کو جہنم میں مت دھکیلو"؛ میرا کہا کچھ کام نہ آیا. دوسرے دن راجہ کا خاندان اور شہر کے لوگ تربینی میں جمع ہوئے اور لڑکا اکڑتا پان چباتا آیا، اس کے جسم پر دو کپڑے تھے، ایک قمیص اور ایک دھوتی. اُس نے وہاں کی مسجد کا چکر لگا کر، اس کو سجدہ کیا پھر دونوں کپڑے اپنے دو ساتھیوں کو دے دئے اور لکڑی کی ایک کرسی پر چڑھا جو اس کے لئے بنائی گئی تھی، وقدّ على خشبتين ويداه بين ثلاث خشبات (؟) اپنے بال ایک بانس کے سرے سے باندھے، اور دوسرے دو بانسوں کے سروں سے اپنے پیروں کے انگوٹھے. پھر اس کے پاس ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں کلہاڑی تھی، پانچ سیر پھل کی اور استرے سے زیادہ تیز، اس نے لڑکے کی پنڈلی پر کلہاڑی ماری اور پیر مع پنڈلی کے بانس کے سرے سے لٹک گیا، دوسرا پیر بھی اسی طرح اس نے کاٹ دیا. ثم وضع المنشار على عاتقه الآخر فالحق القطع الثاني بالاول، متعلق الرأس مع العنق مع الصدر وما مع ذلك في رأس القناة (؟) لڑکے کے گھر والے آ گئے اور انھوں نے اس کے جسم

کے ٹکڑوں کو جمع کر کے دفن کر دیا۔

ایک ایسے شخص نے جو ہند کے حالات سے خوب واقف ہے بیان کیا کہ ہند کا ایک بڑا بادشاہ کھانا کھا رہا تھا اور اس کے سامنے پنجرا لٹک رہا تھا جس میں ایک طوطا تھا۔ بادشاہ نے طوطے سے کہا: آ میرے ساتھ کھانا کھا؛ طوطا بولا: 'مجھے بلی کا ڈر ہے'؛ بادشاہ: "أنا بلا وجرك!" ہندی زبان (غالباً سنسکرت) میں اس کے معنی ہیں کہ اگر تجھ کو کوئی نقصان پہنچا تو ویسا ہی میں اپنے کو پہنچاؤں گا۔" اس لفظ کی زیادہ واضح تفسیر یہ ہے کہ مثلاً ہند کے کسی بادشاہ کے پاس اس کی حیثیت اور مرتبہ کے مطابق، لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں: نحن بلا جروك! یہ سن کر بادشاہ ان کو اپنے دستِ خاص سے چاول اور پان دیتا ہے۔ اب آنے والوں کا ہر فرد اپنی چھنگلی کاٹ ڈالتا ہے اور بادشاہ کے سامنے (عہد جانسپاری کے طور پر) رکھ دیتا ہے۔ اس کے بعد جہاں کہیں بادشاہ جاتا ہے یہ لوگ اس کے ساتھ جاتے ہیں، جو وہ کھاتا پیتا ہے وہی یہ کھاتے پیتے ہیں، اس کے کھانے کی نگرانی کرتے ہیں، اس کے سارے معاملات کا انتظام کرتے ہیں، بادشاہ کی کوئی چہیتی عورت یا باندی یا غلام اگر اس سے ملنے آئے تو یہ اس کا جھاڑا لیتے ہیں، بادشاہ کا بستر دیکھتے ہیں، (کہ اس میں کسی نے زہر قاتل تو نہیں رکھ دیا) اس کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز آئے تو لانے والے سے کہتے ہیں کہ پہلے تم کھاؤ، غرض یہ کہ اسی طرح کی اور بہت سی باتوں کی جن سے بادشاہ کو خطرہ ہوتا ہے دیکھ بھال کرتے ہیں اور اگر بادشاہ مرتا ہے تو یہ بھی مر جاتے ہیں، اگر وہ جل کر جان دیتا ہے تو یہ بھی جل مرتے ہیں، اگر وہ بیمار ہوتا ہے تو یہ بھی اپنے جسم

کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں، اگر وہ دشمن سے لڑنے جاتا ہے یا دشمن اس سے لڑتا ہے تو یہ پروانہ کی طرح اس کے ساتھ رہتے ہیں، ضروری ہے کہ 'بلا وجریہ' شہر کے معزز، بہادر اور وجیہ لوگ ہوں۔ یہ ہے 'بلا وجریہ' کی حقیقت۔ جب بادشاہ نے طوطے سے کہا کہ 'میں بلا وجرک ہوں'، تو طوطا پنجرے سے اُتر کر کھانا کھانے دستر خوان پر آیا، بلی نے اس کو آ دبوچا اور گردن کاٹ لی۔ بادشاہ نے ایک تھال میں طوطے کا دھڑ اور اس کے ساتھ کافور، الائچی دانے، پان، چونا، اور چھالیہ رکھا، پھر ہاتھ میں تھالی لئے ڈھول پٹواتا ہوا نکلا اور شہر اور فوج کا گشت لگایا، اس کے بعد وہ ہر دن گشت کرانے کے لئے تھال بھیج دیا کرتا۔ جب دو سال گذر گئے تو 'بلا وجریہ' اور دوسرے اعیانِ حکومت بادشاہ کے پاس آئے اور کہا: یہ بڑی نامناسب بات ہے، طوطے کو مرے اتنا عرصہ گذر گیا، آپ کب تک ٹالیں گے؟ یا تو اپنی ذمہ داری پوری کیجئے اور اگر پوری کرنے کا ارادہ نہ ہو تو ہمیں بتا دیجئے تاکہ ہم آپ کو گدی سے اُتار کر کسی دوسرے کو بادشاہ بنائیں، کیوں کہ جو شخص 'انا بلا وجرك' کہہ کر اپنی ذمہ داری کو ٹالے یا اس سے گریز کرے وہ بھنڈا ہو جاتا ہے۔" بھنڈا اس پیچ ذات آدمی کو کہتے ہیں جس کو اس قابل نہیں سمجھا جاتا کہ اس کے خلاف کوئی فیصلہ صادر کیا جائے، جیسے گانے والا، شہنائی بجانے والا اور اسی طرح کے دوسرے لوگ، ایفائے شرط کے معاملہ میں بادشاہ اور پرجا سب برابر ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے یہ باتیں سُنیں تو عود، صندل اور گھی جمع کیا، اور ایک گڈھا کھدوایا جس میں یہ چیزیں جلائی گئیں پھر وہ گڈھے میں کود اور جل کر مر گیا، اس کے ساتھ اس کے بلا وجریہ اور بلا وجریہ کے بلا وجریہ (یعنی فدائیوں کے فدائی بھی جل کر خاک ہو گئے، اس طرح کل ملا کر دو ہزار آدمیوں نے جان دی اور اس کا سبب طوطے سے بادشاہ کا یہ کہنا تھا کہ: 'انا بلا وجرك'!

(باقی)